اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے

پروفیسر خورشید احمد

جس طرح دن ایک حقیت ہے' اسی طرح رات بھی ایک حقیقت ہے۔ روشنی اور تاریکی' سپید و سیاہ' صحت و بیماری' سکون و اضطراب' بہار و خزاں' شیریں و تلخ' یہ سب بھی زندگی کے حقائق ہیں اور قافلہ حیات ان سب مراحل سے دوچار رہتا ہے۔ زندگی نام ہی نشیب و فراز سے گزرنے کا ہے۔ "رات دن گردش میں ہیں سات آسماں"۔ کارخانہ قدرت ایک صورت کو دوسری صورت سے بدلنے میں ہمہ وقت مصروف ہے اور انسان کا اصل امتحان اسی دھوپ چھاؤں کے درمیان رازِ حیات کی تلاش و جستجو میں ہے۔ گردشِ لیل و نہار کی اصل اہمیت ہی یہ ہے کہ یہ جانا جائے کہ ہر تبدیلی کے مقابلے میں انسان کا ردعمل کیا ہوتا ہے۔ آیا وہ بھی ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ ہوا کے رخ کی سمت مڑ جاتا ہے یا اپنے نہ بدلنے والے مقاصد حیات کی خدمت کے لیے نیا عزم اور نیا راستہ تلاش کرنے کی جستجو میں مصروف ہو جاتا ہے۔ ہر تبدیلی ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے' ایام کی ہر کروٹ کارزار حیات میں کچھ نئے میدانوں کا اضافہ کر دیتی ہے' لیل و نہار کی ہر گردش ایک نئی آزمائش کا باب کھول دیتی ہے۔ اصل اہمیت زمانہ کی اس گردش کی نہیں اس ردعمل کی ہے جو اس کے نتیجے میں رونما ہوتا ہے اور انسان کے عزم کی بلندی یا ہمت کی پستی کا پتلا اسی ردعمل سے چلتا ہے۔ گردشِ لیل و نہار کے اس پہلو کا مطالعہ ہدایت ربانی کی روشنی میں کیا جائے تو بڑے اہم پہلو نگاہوں کے سامنے آتے ہیں۔

قرآن پاک زمین و آسمان کے خالق و مالک کے اقتدار اعلیٰ اور اس کی نشانیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ - (لقمن ۳۱: ۲۹) کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں؟ ۔ روشن دن کا رات کی آغوش میں دم توڑ دینا اور پھر تاریک رات کے بطن سے روشنی سحر کا رونما ہونا رب حقیقی کی قدرت اور اس کے اقتدار کی دلیل بھی ہے اور سوچنے سمجھنے والوں کے لیے ایک نشانی بھی۔ یہ کائنات کے قوانین اور زمانے کی گردش کی آئینہ دار بھی ہے اور خود انسانی زندگی اور معاملات کے لیے اس میں عبرت' بصیرت اور رہنمائی کے بے شمار پہلو پوشیدہ ہیں۔ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (النور ۲۴: ۴۴) خدا ہی رات دن کو الٹ پھیر کر رہا ہے۔ اس میں اہل نظر کے لیے

بڑی عبرت ہے۔

قرآن کا یہ خاص اسلوب ہے کہ وہ ایک معلوم و مخصوص چیز کی طرف توجہ کو مرکوز کرتا ہے۔ ایسی چیز جو ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے' جو ہمارے لیے اتنی واضح اور بین ہے کہ ہم اس پر سے یونہی گزر سکتے ہیں۔ قرآن ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم کائنات کی ان نشانیوں پر سے یونہی نہ گزر جائیں بلکہ ایک لمحہ توقف کر کے ان پر غور کریں اور دیکھیں کہ تفکر و تدبر کے کتنے بے شمار گوشے وہ اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں۔ دن اور رات کی آمد و رفت' جو ہمارے لیے ایک روز مرہ کی بات ہے' کوئی بے معنی شے نہیں ہے۔ اس کے دامن میں عبرت و معرفت کے دفتر پنہاں ہیں۔ قرآن اس نگہ بیدار کو وا کرنا چاہتا ہے' جو گردش لیل و نہار کے پیچھے کام کرنے والی قوتوں کو دیکھ اور سمجھ سکے اور انسان اس علم و بصیرت کی روشنی میں ایک دانشمندانہ رویہ اختیار کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ وقت کی ان کروٹوں کو آیات الٰہی قرار دیا گیا اور ان کو ذریعہ ذکر بتایا گیا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا۔ (الفرقان ۲۵: ۶۲) اور وہ خدا ہی ہے جس نے شب و روز کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا' ہر اس شخص کے لیے جو اس سے کسی نتیجہ تک پہنچنا چاہے یا جو شکر گزار ہونا چاہے۔ ایک دوسرے مقام پر لیل و نہار کو آیات سے تعبیر کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (النحل ۱۶: ۸۶) بلاشبہ اس میں (رات دن کے اس طرح آنے جانے میں) بڑی نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔

ان آیات پر غور کرنے سے ہمیں جہاں گردش لیل و نہار کی طبعی اور اخلاقی حکمتوں کا علم ہوتا ہے وہیں ہمیں غور و فکر کا ایک اسلوب بھی ملتا ہے جس کے ذریعہ ہم صرف دن اور رات ہی کی گردش نہیں بلکہ ایامِ زمانہ کی کروٹ پر بصیرت کی نگاہ ڈال سکتے ہیں' اس سے عبرت کے درس حاصل کر سکتے ہیں اور حال و مستقبل کی تعمیر کے لیے روشنی اور رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ رات صرف تاریک ہی نہیں ہوتی' قدرت کے اس نظام میں اس کا بہت اہم وظیفہ ہے اور دن روشن ہی نہیں ہوتا' اس روشنی کے پہلو میں بہت سے سائے بھی ہوتے ہیں جو کچھ حلقوں کو تمازت آفتاب کے باوجود دام سیاہ میں گرفتار رکھتے ہیں اور کچھ انسانوں کے لیے کمر ہمت کس دینے کی دعوت اور عین معرکے کے وقت گوشہ آرام طلبی بن جاتے ہیں۔ قرآن جہاں ان حقائق زیست سے ہمیں کچھ بلند تر اخلاقی حقائق کو سمجھنے کی دعوت دے رہا ہے وہیں ہمیں یہ تعلیم بھی دے رہا ہے اس نقطہ نظر سے زندگی کے پہلو اور زمانے کی ہر گردش پر نگاہ ڈالیں اور اس سے ان اخلاقی حقائق کو سمجھیں جو سطح بین نگاہوں سے ہمیشہ اوجھل رہتے ہیں۔

شب و روز اور ماہ و سال کی یہ گردش ہمیں اس حقیقت کا احساس بھی دلاتی ہے کہ تبدیلی اور

تغیر محض کوئی ماضی کا واقعہ یا اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ فطرت کا ایک قانون ہے۔ "ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں" زندگی نام ہی تبدیلیوں کا ہے۔ یہ تبدیلیاں خوش آیند بھی ہو سکتی ہیں، ناپسندیدہ بھی۔ بلندی کی سمت میں بھی ہو سکتی ہیں اور پستی کی طرف بھی۔ ان سے روشنیوں میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے اور تاریکیوں میں بھی۔ یہ تعمیر کی راہ ہموار کرنے والی بھی ہو سکتی ہیں اور اس راہ میں کانٹوں کی تعداد بڑھانے والی بھی۔ لیکن جس کی نگاہ، زندگی کے حقائق پر ہے وہ ان میں سے کسی تبدیلی پر بھی قانع نہیں ہو جاتا۔ نہ خیر کی سمت میں کامیابی اس میں غلط بھروسہ، غرہ یا غفلت پیدا کرتی ہے اور نہ شر کے کسی جھونکے کا وقتی غلبہ اس میں مایوسی، ہمت شکنی اور بے کیفی پیدا کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ شمع کی لو جتنی تیز ہوگی اور روشنی کا ہالہ جتنا بڑھے گا تاریکیوں سے مقابلے کا میدان بھی اتنا ہی وسیع ہو جائے گا اور حق و باطل کی کشمکش کا دائرہ اتنا ہی بڑھ جائے گا۔ اس عالم میں ذرا سی غفلت بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر کبھی اسے ایسے حالات سے سابقہ پیش آتا ہے جو ناخوشگوار اور ناموافق ہیں، تو اسے یقین رہتا ہے کہ اس حالت کو دوام حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ قابل تغیر ہے اور اسے بدلنے کی کوشش ہی ایک صاحب بصیرت کے کرنے کا کام ہے۔ وہ مایوسی کا شکار نہیں ہوتا۔ وہ وقت کے آگے ہتھیار نہیں ڈالتا۔ وہ کسی ایک تبدیلی کو مستقل اور دائمی نہیں سمجھتا بلکہ تاریخ کی طول طویل شاہراہ پر نگاہ ڈال کر صاف دیکھ لیتا ہے کہ یہ تو ایک منزل درمیاں ہے! وقت، تاریخ اور زمانے کے تغیرات کا یہ شعور انسان کے لیے بہت بڑا سرمایہ ہے اور شب و روز کی گردش ہر لحہ اس کو درس دیتی ہے۔ اگر یہ احساس نہ ہو تو انسان نہ کامیابیوں میں حلم اور سمائی کا مظاہرہ کر سکے اور نہ ناکامیوں میں صبر اور برداشت کا۔ فتح مندیاں اس کا دماغ خراب کر دیں اور شکستیں اس کا کلیجہ پھاڑ دیں۔ نہ اس حال میں وہ راہ اعتدال پر قائم رہ سکے اور نہ اس حال میں۔ گردش ایام پر غور و فکر انسان میں شعور زماں پیدا کرتا ہے اور اسے یہ سکھاتا ہے کہ وہ محض ایک لحہ حال میں زندگی نہ گزارے بلکہ پورے جادہ وقت کو اپنی نگاہ میں رکھے۔ اسلام صبر، قناعت، شکر اور مجاہدہ کی جن اقدار کی تعلیم دیتا ہے، ان کو صرف اسی ذہنی پس منظر میں سمجھا جا سکتا ہے اور اس میں ان پر عمل ہو سکتا ہے۔

قرآن پاک میں رات کی آمد کو ایک ایسا واقعہ قرار دیا گیا ہے جس سے ذہن کو فوری طور پر اس خالق لیل و نہار کی طرف رجوع کرنا چاہیے جس کے قبضہ قدرت میں ہر شے ہے اور جس کے بغیر زمانے کی سطح پر کوئی جنبش نہیں ہوتی۔ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ - (یٰسٓ ۳۶: ۳۷) اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اس وقت ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ قدرت الٰہی سے روشن زمین و آسمان پر تاریکی کا پردہ غالب آجاتا ہے اور انسان نیچے، اوپر، دائیں، بائیں غرض ہر سمت میں تاریکی ہی تاریکی کو پاتا ہے۔

انسان اس تاریکی سے نیند کی آغوش میں پناہ ڈھونڈتا ہے۔ لیکن ایک دوسری آیت الٰہی پھر اسے اس کے رب کی قدرت اور اس کے اقتدار و اختیار کا احساس دلاتی ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ (الانعام ٦ : ٦٠) وہی ہے جو رات کو تمھاری روحیں قبض کرتا ہے اور دن کو جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہے۔ پھر دوسرے روز وہ تمھیں اسی کاروبار عالم میں واپس بھیج دیتا ہے تاکہ زندگی کی مقررہ مدت پوری ہو۔ آخر کار اسی کی طرف تمھاری واپسی ہے۔ پھر وہ تمھیں بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رات اور دن کی یہ گردش اس امر کی دعوت دیتی ہے کہ اس کے پیچھے جو قوت کار فرما ہے اسے سمجھا جائے اور جن مقاصد کے لیے وہ رفتار زمانہ میں یہ تبدیلیاں کر رہا ہے ان کو پورا کرنے کی سعی کی جائے۔ رات محض تاریکی کا ایک پردہ نہیں، یہ وہ مہلت ہے جو اس ہستی کی طرف سے انسان کو ملتی ہے جس کے ہاتھ میں انسانوں کی جان ہے، جس میں وہ ہمیں کاروبار حیات سے کھینچ کر اس حالت میں لے آتا ہے جس میں محنت اور جدوجہد کے درمیان صرف کی ہوئی قوت کو بحال کیا جائے اور پھر کاروبار عالم کی طرف انسانوں کو بھیج دیا جائے۔ اس حقیقت کو یوں بھی ادا کیا گیا ہے: وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا۔ (الفرقان ۲۵ : ۴۷) وہ خدا ہی ہے جس نے رات کو تمھارے لیے لباس اور نیند کو سکون اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔ ان آیات سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ گردش لیل و نہار بے مقصد نہیں ہے۔ اس کو سطحی نظر سے نہ دیکھا جائے بلکہ اس کے ذریعے انسان ان مقاصد کا شعور حاصل کرنے کی کوشش کرے جن کی خاطر حکیم مطلق نے دن اور رات اور روشنی اور تاریکی کا یہ نظام بنایا ہے۔

۲۔ اس کا ایک صاف اور واضح مقصد یہ ہے کہ انسان کی کام اور آرام کی فطری ضرورتیں پوری ہوں۔ انسان کے جسم و جان کے یہ تقاضے ہیں کہ ان میں جدوجہد اور راحت و آرام کے درمیان ایک فطری توازن قائم ہو۔ لیکن یہ آرام محض برائے آرام نہیں ہے بلکہ اس لیے ہے کہ کارگہ حیات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے لیے انسان اپنے کو تیار کرے۔ وہ آرام جس کے بعد انسان صبح نو کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے نہیں اٹھتا اور جو نئی جدوجہد پر منتج نہیں ہوتا، نیند کا آرام نہیں، موت کا سکون ہے۔ یہ آرام دراصل وہ آرام ہے جو جدوجہد کا ایک حصہ ہے۔ اگر یہ اس سے آگے بڑھ جائے تو یہ اپنے مقصد کو کھو دیتا ہے اور اس کی سرحدیں موت سے جا ملتی ہیں۔ دراصل یہ رات کا ایک حرکی تصور (dynamic view) ہے جو قرآن سے ملتا ہے اور جس کی بنا پر صبح و شام اور دن اور رات انسان کی عملی زندگی کے لیے علامتیں (symbols) بن جاتے ہیں اور پھر ان علامتوں کی مدد سے انسان زندگی کے وسیع میدان میں

بے شمار چیزوں کو سمجھ سکتا ہے اور ان کو ان کے صحیح پس منظر میں ان کے ٹھیک مقام پر رکھ کر ان کے بارے میں صحیح رویہ اختیار کر سکتا ہے۔ اس طرح یہ ذہنی تربیت کا ذریعہ ہیں اور اس تربیت سے انسان ہر دائرہ میں فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

۲۔ قرآن ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ زندگی کے ان واقعات سے اپنے ذہن کو ان کے پس پشت کارفرما قوتوں پر غور و فکر کی طرف راغب کریں اور صرف مادی اور طبیعی پہلوؤں ہی پر غور نہ کریں بلکہ اخلاقی پہلوؤں پر بھی توجہ صرف کریں۔ اور پھر بالآخر اسباب حیات ہی کو منتہا نہ سمجھ لیں بلکہ ان اسباب کے ذریعے مسبب الاسباب تک پہنچیں اور اس کے دامن کو تھام لیں۔ وقت کی ہر کروٹ اور زمانہ کی ہر جنبش کے پیچھے اس کی حکمت بالغہ کام کر رہی ہے۔ عقل مند وہ ہے جو اس حکمت کو پانے کی جستجو کرتا ہے اور اپنے تعلق کو رب سے استوار کرتا ہے۔

اگر آپ ایک اور پہلو سے غور کریں تو محسوس کریں گے کہ رات دو قسم کے کرداروں کو نمایاں کرتی ہے۔ ایک گروہ وہ ہے جسے روشنی سے نفرت ہے اور جو تاریکی کا پرستار ہے۔ دن کے اجالے میں بھی یہ تاریکیوں ہی کی تلاش میں مصروف رہتا ہے اور رات کی چادر کے جلد از جلد پھیل جانے کی آرزو کرتا ہے۔ رات کی آمد اس کی تمناؤں کی بہار ہوتی ہے۔ اس کی ساری سرگرمیاں شب کے اندھیروں میں فروغ پاتی ہیں۔ انسانی معاشرے میں جس فساد کو پھیلا کر یہ اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اندھیروں کے پردے ہی میں برپا کیا جا سکتا ہے۔ جرائم کے ارتکاب کے لیے، سازشوں کا جال پھیلانے کے لیے، دوسروں کے مال، جان اور آبرو پر حملہ کرنے کے لیے رات کی تاریکی اس گروہ کو بہترین موقع فراہم کرتی ہے۔ اس لیے یہ اس کی تمنا کرتا ہے اور اسی کے لیے اسے استعمال کرتا ہے۔ انسانی معاشرے پر جب اندھیرے اپنا ڈیرہ ڈال دیتے ہیں تو یہ سرگرم عمل ہوتا ہے اور صبح کی روشنی جب افق کو پرنور کر دیتی ہے تو یہ اپنی پناہ گاہوں میں جا چھپتا ہے۔ جس رات کو مالک نے آرام کے لیے بنایا تھا اسے یہ گروہ انسانوں کے لیے آرام کو حرام کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے اور فساد فی الارض کا باعث ہوتا ہے اور زمین میں فساد نام ہے خدا کے دیئے ہوئے احکام کو توڑنے اور اس کی جگہ دوسرے طریقوں کو رائج کرنے کا۔ جس طرح چمگادڑ اندھیرے میں سرگرم ہوتی ہے اسی طرح یہ انسانی گروہ بھی اندھیرے میں میدان میں آتا ہے اور معاشرے کا صاحب بصیرت گروہ اس سے ٹکر بھی لیتا ہے اور اس کے مقابلے میں مدافعت اور جان و مال اور آبرو کی حفاظت کا بندوبست بھی کرتا ہے۔

انسانوں کا دوسرا گروہ وہ ہے جس نے نورِ ہدایت سے اکتساب کیا ہے۔ اس کے لیے رات "لباس اور سکینت" ہے۔ وہ اس سے نئی قوت کار حاصل کرتا ہے۔ تاریکی کا کوئی پرتو اس کے روشن دل و دماغ پر نہیں پڑتا۔ وہ اس موقع کو جسم کے آرام اور روح کی غذا کے لیے استعمال کرتا ہے۔ وہ

ایسی نیند سے اجتناب کرتا ہے جو غفلت کا رنگ لیے ہوئے ہو اور جو چوروں اور نقب زنوں کا سہارا ہو۔ وہ رات کی تاریکیوں میں اپنی، اپنے اہل خانہ اور اپنے معاشرے کی حفاظت کا بندوبست کرتا ہے۔ اسی طرح جس طرح ایک فوج رات کے وقت دشمن کے شب خون کی مدافعت کے لیے سامان کرتی ہے۔ ہوشیار لوگ ہی ان خطرات سے محفوظ رہتے ہیں جو فساد پرست عناصر سے ان کو لاحق ہیں اور جن کے لیے رات ان عناصر کو موقع فراہم کرتی ہے۔ پھر یہ گروہ آرام تو ضرور کرتا ہے لیکن مزید کام کے لیے تیار ہونے کے لیے۔ اس کا آرام بے مقصد نہیں ہوتا بامقصد ہوتا ہے۔ اس کا مقصد کبھی اس کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا۔ رات کی تاریکی میں بھی دل زندہ چراغ کی طرح روشن رہتا ہے اور اندھیروں کو کبھی غالب نہیں ہونے دیتا۔

یہ گروہ رات کو صرف جسم کے آرام ہی کے لیے استعمال نہیں کرتا بلکہ روح کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بھی صرف کرتا ہے۔ جس طرح جسم آرام اور نیند کا مطالبہ کرتا ہے اسی طرح روح محاسبہ، عبادت اور دعا کا مطالبہ کرتی ہے۔ وہ جسم کا تقاضا ہے تو یہ روح کی غذا ہے۔ اس سے اگر لوہا مضبوط ہوتا ہے تو اس سے تلوار کی اصل آب عبارت ہے۔ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ـ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ـ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ـ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ـ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا ـ (المزمل ۷۳: ۲ - ۶) (اے محمدؐ) رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی رات، آدھی رات قیام کیا کرو یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ، اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔ ہم عنقریب تم پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے۔ کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس بہیمی کو) سخت پامال کرتا ہے اور اس وقت ذکر بھی خوب درست ہوتا ہے۔

محاسبہ اور دعا کے لیے بھی یہ بہترین وقت ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث میں آتا ہے اس وقت بندہ اور رب کے درمیان کوئی شے حائل نہیں ہوتی اور دینے والا سب کچھ دینے کے لیے سب سے زیادہ آمادہ ہوتا ہے اور پکارتا ہے: ہے کوئی مانگنے والا؟ سمجھدار وہ ہے جو رات کو ان کاموں کے لیے استعمال کرتا ہے اور پھر رات کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور شب کے پردوں کے باوجود نور غالب رہتا ہے۔

اس گروہ کو بھی رات بالکل نمایاں کر دیتی ہے۔ اگر پہلے گروہ کے لیے رات اس کی تباہی کا سامان کرتی ہے تو اس دوسرے گروہ کے لیے قوت، برکت اور ترقی کا۔

رات کا طول بھی اپنے اندر غور و فکر کے چند پہلو رکھتا ہے۔ ہر رات برابر کی طویل نہیں ہوتی۔ ایک ہی سال میں رونما ہونے والی ہر رات دوسری سے مختلف ہوتی ہے۔ یہ محض ایک طبعی حقیقت ہی نہیں ہے بلکہ اس امر واقع کی معنویت کے پہلو بے شمار ہیں۔

اسی طرح رات کی گراں باری ہر ہر فرد کے لیے مختلف نوعیت کی ہوتی ہے۔ جو اپنے مقصد کو سمجھتا ہے اور اس کے لیے خلوص اور توکل کے ساتھ مصروف کار ہے وہ نہ رات سے گھبراتا ہے اور نہ رات کے اندھیروں سے۔ اس کا کام اپنا چراغ روشن رکھنا ہے۔ وہ چراغ جو پہاڑی کا چراغ ثابت ہوتا ہے اور دور دور تک اندھیروں کا سینہ چیر کر رہ نوردوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن جس کی نگاہ اپنے اصل مقصد سے ہٹ گئی ہو اس کے لیے ہر رات پہاڑ ہو جاتی ہے جسے صبح کرنا "لانا ہے جوئے شیر کا"!

دراصل رات کے طول کے احساس کا انحصار انسان کے رویے پر ہے۔ بات شاعری کی نہیں لیکن "شب ہجر" اور "شب وصل" میں جو فرق ہے وہ ساعتوں کے طول کا نہیں احساس کی کیفیت کا ہے۔ اس لیے وہ جس کی نگاہ ایک ان مٹ مقصد پر ہو اور جس کا کام خدا کے دین کو قائم کرنا ہو (جو ایک مسلمان کا مقصد وجود ہے) اس کے لیے دن اور رات میں کوئی فرق نہیں۔ سرما کی رات ہو یا گرما کی، خزاں کی شب ہو یا بہار کی، اسے اپنا کام انجام دینا ہے۔ رات اس کے لیے جو معنویت رکھتی ہے اسے ساعتوں اور لمحوں سے نہیں ناپا جا سکتا۔ اس کے لیے تو "جاوداں، پیہم رواں، ہر دم جواں ہے زندگی"۔

قرآن پاک میں دن رات کا ذکر جس انداز میں کیا گیا ہے اس میں ایک بڑا معنی خیز پہلو یہ ہے کہ دن سے رات اور رات سے دن کے رونما ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہر رات کو ایک دن ختم ہوتا ہے۔ کامیاب وہ ہیں جو رات کا استقبال اس طرح کرتے ہیں کہ صبح نو کے لیے تیاری کریں۔

یوں اہلِ توکل کی بسر ہوتی ہے
ہر لمحہ بلندی پہ نظر ہوتی ہے
گھبرائیں نہ ظلمت سے گزرنے والے
آغوش میں ہر شب کے سحر ہوتی ہے

جس طرح بیماری سے انسان کو صحت کی ضرورت و عظمت کا احساس ہوتا ہے اسی طرح رات بھی دن کے نور کی اہمیت اور اس کی ضرورت کے احساس کو تیز تر کرنے کا ذریعہ ہے۔ جس نے رات سے سبق سیکھ لیا، اس کی رات احساس سے محروم انسانوں کے "دن" سے ہزار گنا بہتر ہے

شاید خزاں سے شکل عیاں ہو بہار کی
کچھ مصلحت اسی میں ہو پروردگار کی